© rasailojaraid.com

بابا جان بہت یاد آتے ہیں

سید عطاء المنعم بخاری بن سید ذوالکفل بخاری

(چار سالہ عطاء المنعم کی باتیں ریکارڈ کر کے کاغذ پر منتقل کی گئی ہیں۔ ادارہ)

بابا جان جب اُملج ہوتے تھے تو ایک روز ان کا فون آیا امی نے کہا بات کرلو میں نے کہا:

''جیہڑا ساڈے کول نئیں رہیندا، اسی اودے نال گل وی نئیں کرنی''

ہم جب مکہ مکرمہ گئے تھے تو بابا جان ہمیں چیزیں دلانے کے لیے ''بن داؤد'' پر لے جاتے تھے۔ بابا جوس اور چاکلیٹیں لے کر دیتے تھے۔

بابا کبھی یونیورسٹی جاتے تھے، کبھی کسی اور کام چلے جاتے تھے۔ بابا ہمیں حرم شریف میں لے جاتے تھے۔ ہم طواف کرتے سیر کروانے پارک میں لے جاتے تھے۔ ہم جب بابا کے پاس گئے تھے تو بابا جان سجاد چچا کے ساتھ جدہ اپنی سرخ گاڑی پر لینے کے لیے آئے تھے بابا جان ہمیں مکہ مکرمہ لے آئے تھے۔ ہمارے گھر کے چار کمرے تھے۔

بابا جان نے ہمیں ہاتھی اور چوہے والا لطیفہ بھی سنایا تھا۔

ایک چوہا ہاتھی سے کہتا ہے مجھے اپنا جانگیہ تو دو۔ ہاتھی کہتا تم نے کیا کرنا! چوہا کہتا میرے بھائی کی شادی ہے میں نے ٹینٹ لگانا۔

بابا جان ہمیں اُملج میں چڑیا گھر بھی لے کر گئے تھے۔ وہاں ہم نے ایک بندر دیکھا تھا اس نے پیمپر لگایا ہوا تھا۔

بابا جان ہمیں نظمیں بھی سناتے تھے۔ انہوں نے ایک نظم ہمیں یاد بھی کروائی تھی۔

چڑیا اُڑتی آئی
چونچ میں دو تنکے بھی لائی
تنکے پہ اِک تنکا رکھا
تنکوں کا اِک جال بنایا
جال میں بیٹھی انڈے دیتی
انڈوں سے پھر بچے نکلے
چیں چیں کرتے چوں چوں کرتے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بابا کی وفات کے بعد ہم دو تین دن وہاں رہے تھے تو میں سوچتا تھا کہ قیامت کے دن ہم اللہ میاں کے پاس نہیں جائیں گے کیونکہ ہمارے بابا کی آنکھیں تو نہیں کھلیں گی۔ اور وہ ہمیں دیکھ بھی نہیں سکیں گے۔

ہمیں بابا جان کے فوت ہونے کا نہیں پتا تھا۔ جب ہم ہاسپٹل گئے تھے تو تب ہمیں پتا چلا تھا کہ بابا جان فوت ہو گئے ہیں۔ میں نے وہاں بابا کو دیکھا تھا۔ لیکن بابا اٹھ نہیں رہے تھے۔ اور مجھے ان کے منہ پر خون دیکھ کر ڈر لگ رہا تھا اس لیے میں نے کہا تھا کہ گھر چلیں۔ میں نے ان کا پورا چہرہ نہیں دیکھا تھا۔ اس وجہ سے کہ اُس پہ سارا خون خون تھا۔ پتا نہیں ہاسپٹل والوں نے بابا جان کو ایک سفید کپڑے میں کیوں لپیٹا ہوا تھا؟ وہ انہیں اس میں سے نکال نہیں رہے تھے۔ بابا جان کا جنازہ اللہ تعالیٰ کے گھر میں ہوا تھا۔ اور ان کو جنت المعلیٰ میں دفن کیا تھا۔ ہم بابا کے ساتھ حرم بھی جاتے تھے۔ لیکن ایک دن وہ یونیورسٹی سے پڑھا کر آ رہے تھے شرطی نے اپنی گاڑی سے بابا کی گاڑی کو ٹکر لگائی اور وہ فوت ہو گئے۔ جب ہم پاکستان واپس آ رہے تھے تو میں سوچ رہا تھا کہ بابا اللہ میاں کے پاس خوشی کر رہے ہیں۔ اگر وہ شہید نہ ہوتے تو وہ بھی ہمارے ساتھ ملتان آ جاتے۔ اب وہ وہیں دفن ہیں جنت المعلیٰ میں اور ان پر مٹی ڈالی ہوئی ہے۔

میرے بابا جان کا پورا نام سید ذوالکفل بخاری ہے اور ان کا نام قرآن میں بھی آتا ہے ''ذوالکفل''۔

بابا جان ہمیں بہت یاد آتے ہیں۔

ذرا رُت بدلنے کی دیر ہے

وہ جو سوہنے کی گلیوں میں ننگے پاؤں پھرتے ہیں، سوچتا ہوں کیسے مزے میں ہیں۔ بس ایک دُھن، بس اک خیال میں مگن۔ شانت اور سرشار۔ یہ ''سرشاری'' مجھے بھی چاہیے لیکن اس راہ پر چلوں تو، چلنا تو کجا جینا بھی ممکن نہ رہے۔ بس ایک خیال کی اسیری' آدمی کو کہاں سے کہاں لے جاتی ہے؟ عمل راہِ دشوار۔ خیال راہِ فرار۔ اور یہ جو سوہنے کی قوم ہے نا؟ صحرا نشین، بادیہ پیما۔ یہ بھٹک سکتی ہے، بہک سکتی ہے، بھول سکتی ہے لیکن ''بھاگ'' نہیں سکتی۔ اس کا یہ کردار ہی نہیں۔ یہ بھاگنے والی ہوتی تو یہاں ذرّے ذرّے سے معجزے نمودار نہ ہوتے۔ میں ان ذرّوں کو دیکھتا ہوں، میں ان معجزوں کو سوچتا ہوں۔ آج بھی مجھے یقین ہے کہ ان بھٹکے ہوؤں کو، بہکے ہوؤں کو اور بھولے ہوؤں کو بس راستہ ملنے کی دیر ہے۔ معجزے پھر سے نمودار ہوں گے۔ راہِ دشوار کے اُس طرف۔ ''یہ بجا کہ آج اندھیر ہے...... ذرا رُت بدلنے کی دیر ہے۔'' ہاں ہاں، جب دشوار راہیں پھر سے آباد ہوں گی۔ راہیں موجود ہیں۔ وہی کی وہی۔ وہیں کی وہیں۔ ویسی کی ویسی۔ اور......

کہے دیتی ہے شوخی نقشِ پا کی
ابھی اس راہ سے کوئی گیا ہے

ذوالکفل بخاریؒ

(روشنی، پھول، صبا　　　سفر نامہ حجاز کا ایک ورق)

© rasailojaraid.com